42

جلسہ سالانہ پر احباب کثرت کے ساتھ آئیں اور یہاں آکر اپنا سارا وقت دین کے لیے خرچ کریں

(فرمودہ 11 دسمبر 1953ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

''آج دسمبر کی 11 تاریخ ہو چکی ہے اور جلسہ کے دن قریب آ رہے ہیں۔ اس لیے میں جلسہ کے متعلق بیرون جات کے احباب کو اور مقامی احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ گزشتہ سال یہ شکایت پیدا ہوئی تھی کہ یہاں جن لوگوں نے مکانات بنائے ہیں انہوں نے جلسہ کے مہمانوں کے لیے بہت کم مکانات دیئے ہیں۔ اور منتظمین اس بات پر بھروسہ کیے بیٹھے رہے کہ مکانات بن رہے ہیں اُن کا معتد بہ حصہ جلسہ کے مہمانوں کے ٹھہرانے کے لیے ہمیں مل جائے گا۔ اِس سال جو بیرکیں بن رہی ہیں اول تو وہ ناقص ہیں اور پھر شاید ان میں اتنے آدمی نہ آئیں جتنے گزشتہ سالوں میں آئے تھے۔ زنانہ بیرکوں کے متعلق مجھے اطلاع ملی ہے کہ پچھلے سالوں میں وہ اتنی کھلی تھیں کہ تین عورتیں آگے پیچھے سو سکتی تھیں۔ لیکن اِس سال ایسی بیرکیں بنائی جا رہی ہیں کہ ان میں صرف ایک عورت بیرک کی چوڑائی میں سو سکے گی۔ پس گو بظاہر اُتنی ہی بیرکیں بنائی جا رہی ہیں جتنی پچھلے

سالوں میں بنائی گئی تھیں۔لیکن درحقیقت ان میں گنجائش ایک تہائی کی ہے۔

پس پہلے تو میں اُن دوستوں کو جنہوں نے ربوہ میں مکانات بنائے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے وہ اپنے مکانوں کا ایک حصہ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے ٹھہرانے کے لیے دیں۔اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ربوہ میں قریباً ایک ہزار مکان بن چکا ہے۔بعض لوگ پورا پورا مکان بھی جلسہ کے لیے دے سکتے ہیں کیونکہ وہ جلسہ سالانہ کے موقع پر ربوہ نہیں آسکیں گے۔اور بعض لوگ ایسے ہیں جن کے مکانات میں 5,5-6,6 کمرے ہیں۔اگر وہ خود دو تین کمروں میں گزارہ کرلیں تو جلسہ کے لیے سلسلہ کو دو تین کمرے دے سکتے ہیں۔لیکن اگر اوسط ایک ایک کمرہ فی مکان کی بھی لگالی جائے تو جلسہ کے لیے ہمیں ایک ہزار کمرے مل سکتے ہیں۔اور ایک کمرہ میں دس بارہ مہمان ٹھہرائے جاسکتے ہیں۔گویا پرائیویٹ مکانوں میں دس بارہ ہزار مہمانوں کی گنجائش ہوسکتی ہے۔پھر مہمان خانہ بھی ہے،اسکول ہیں۔اِسی طرح ضرورت کے موقع پر مساجد بھی استعمال میں لائی جاسکتی ہیں۔یہاں ربوہ میں ایسی سردی نہیں پڑتی جتنی سردی قادیان میں پڑتی تھی۔اکثر حصہ موسم سرما کا یونہی گزر جاتا ہے اور محسوس بھی نہیں ہوتا کہ سردیاں آگئی ہیں۔ہوا چلتی ہے تو سردی محسوس ہوتی ہے۔پھر جلسہ سالانہ کے موقع پر ہجوم زیادہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے قدرتاً سردی کم ہوجاتی ہے۔پس اِن دنوں میں مساجد کو بھی رہائش کی جگہ بنایا جاسکتا ہے۔اگر ربوہ کی ساری مساجد کو لے لیا جائے تو دو ہزار مہمانوں کے لیے گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔پھر پرانے دفاتر خالی ہوگئے ہیں انہیں اور سلسلہ کی نئی عمارتوں کو ملا کر دو تین ہزار مہمانوں کے لیے گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔کارکنوں کو چاہیے کہ وہ جلسہ کے دنوں میں تکلیف اٹھا کر بھی سلسلہ کی عمارتوں کا زیادہ سے زیادہ حصہ خالی کریں۔پھر جن لوگوں نے مکانات بنائے ہیں اگر اُن کے ہاں زیادہ مہمان نہیں آرہے۔بعض گھروں میں جلسہ سالانہ کے موقع پر بہت زیادہ مہمان آجاتے ہیں اور وہ پورا کمرہ جلسہ کے لیے نہیں دے سکتے۔اُن کو معذور سمجھا جائے۔کیونکہ وہ مہمان درحقیقت جلسہ کے مہمان ہی ہوتے ہیں۔اور بسا اوقات وہ لوگ دُہری تکلیف برداشت کرتے ہیں۔مہمانوں کو جگہ بھی دیتے ہیں اور کھانے کو بھی دیتے ہیں۔ایسے لوگوں کو مستثنیٰ کرتے ہوئے باقی دوست اپنے مکانات کا زیادہ سے زیادہ حصہ جو وہ خالی کرسکیں جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے ٹھہرنے کے لیے دیں۔

دوسری چیز خدمت ہوتی ہے۔ چند لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جو مقررہ دنوں میں ہر سال مل جاتے ہیں۔ مثلاً ہائی اسکول، کالج، اور جامعہ احمدیہ کے اساتذہ اور طالب علم ہیں یہ تو بنا بنایا ذخیرہ ہیں۔ جن سے وقت پر کارکن لے لیے جاتے ہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ وقت سے پہلے انہیں اِس بات کی ٹریننگ دی جائے۔ کوئی بات بھی بغیر سمجھانے اور مشق کرنے کے نہیں آتی۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بھی مشق کرنے اور پوری طرح سمجھنے سے پہلے کیا جائے تو اس میں نقص رہ جاتا ہے۔ یورپین لوگوں میں یہ خوبی ہے کہ وہ ہر کام سے پہلے ریہرسل (REHEARSAL) کرتے ہیں۔ ابھی ملکہ برطانیہ کی تاجپوشی ہوئی تو وہاں تمام امور کا ریہرسل کیا گیا۔ جس سے ہر شخص کو یہ پتا لگ گیا کہ اس نے کہاں سے آنا ہے۔ کہاں بیٹھنا ہے اور کیا کام کرنا ہے۔ سب لوگوں کی مشق ہوگئی اور وقت پر کسی غلطی کا امکان نہ رہا۔ ہمارے ہاں بھی ہر کام کی ریہرسل ہونا چاہیے۔ اسکولوں میں جو سہ ماہی، ششماہی اور نو ماہی امتحانات ہوتے ہیں اُن کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ طلباء کو بتایا جائے کہ انہوں نے سالانہ امتحان کے موقع پر کیا کرنا ہے اور کیا کیا احتیاطیں اُن کے لیے ضروری ہیں۔ جلسہ سالانہ سے قبل اگر تمام طالب علموں کو اُن کے کام کی ریہرسل کرادی جائے تو وقت پر غلطی کا امکان کم ہو جاتا ہے۔ تمام کارکن اپنے اپنے کام پر مقرر ہوں اور مصنوعی طور پر یہ فرض کر لیا جائے کہ آج کام شروع ہے۔ جن کارکنوں نے گھروں پر کھانا لے جانا ہے۔ ان کے حصہ کے مکان ان کو بتا کر اُن سے تجربۃً کام لیا جائے۔ وہ اُن گھروں پر پہنچ جائیں، اُن کو پہچانیں اور گھر والوں کے واقف ہوں۔ اور جن کارکنوں نے لنگر خانہ میں کام کرنا ہے اُن کے لیے ایک جگہ کو مصنوعی طور پر لنگر خانہ تجویز کر لیا جائے اور فرض کر لیا جائے کہ کام شروع ہے۔ سب کارکن وقت پر آئیں اور اپنا اپنا کام سنبھال لیں۔ اِس ریہرسل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وقت پر دقت نہیں ہوگی۔

جو ملک امن کے دوران میں اپنی فوجوں کو جنگ کی مشق کراتے رہتے ہیں اُن کی فوجیں وقت آنے پر اچھی طرح لڑتی ہیں۔ اور جو ملک امن کے دوران میں اپنی فوجوں کو جنگی مشق نہیں کراتے اُن کی فوجیں محض ہجوم ہوتی ہیں۔ اس سے زیادہ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ دشمن کے حملے کے وقت اُن سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ آج سے سو سال پہلے ایشائی ممالک میں عام طور پر اِس قسم کی فوجیں ہوتی تھیں کہ امن کے وقت میں انہیں جنگی مشق نہیں کرائی جاتی تھی۔

صرف وقت آنے پر بعض لوگوں کو بھرتی کرلیا جاتا تھا اور وہ لڑائی میں چلے جاتے تھے۔ دو تین سو سال قبل یورپ میں بھی یہی حالت تھی۔ جب لڑائی ہوتی تو بادشاہ نوابوں کو بلواتے۔ جن کے ذمہ پہلے ہی ایک تعداد لگا دی جاتی تھی۔ اور نواب اپنے ماتحتوں کو حکم بھجوا دیتے کہ اتنے آدمی مہیا کئے جائیں۔ اُن میں سے بعض موچی ہوتے، بعض لوہار ہوتے، بعض ترکھان ہوتے، بعض دھوبی ہوتے اور بعض نائی ہوتے۔ وہ اپنے نیزے اور تلواریں لے کر جمع ہو جاتے۔ اس زمانہ میں لڑائیاں بھی درحقیقت ایک اکھاڑا ہؤا کرتی تھیں۔ اکھاڑا میں لوگ جمع ہوئے، کُشتی ہوئی اور گھروں کو واپس چلے گئے۔ جب سے فوجیں باقاعدہ اور منظّم ہوئی ہیں، لڑائی کی شکل بدل گئی ہے۔ اب ہر فوجی قدم ملا کر چلتا ہے۔ وہ اپنے فرض کو سمجھتا ہے اور وقت پر وہ اپنا فرض ادا کرتا ہے۔ ہر شخص کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ تمہارا دشمن تم پر حملہ کرنے کے لیے کیا کیا طریق اختیار کرے گا اور تم نے دفاع کے لیے کیا کیا طریق اختیار کرنے ہیں۔ اگر تم نے دشمن پر حملہ کرنا ہے تو حملہ کرنے کے لیے کون کون سی جگہیں مناسب ہوں گی۔ حملہ کے وقت تمہیں کس کس قسم کی تیاری کی ضرورت ہے۔ فوج کے کتنے حصے بنانے ہیں۔ توپ خانہ اور سواروں اور آج کل موٹروں سے کس طرح کام لینا ہے۔ یہ ساری باتیں وقت سے پہلے سپاہیوں کو سکھا دی جاتی ہیں۔ اور پھر وہ سارا سال ان باتوں کی مشق کرتے رہتے ہیں۔ اِسی لئے اب جو جنگیں ہوتی ہیں وہ ماہرینِ فن کی ہوتی ہیں۔

یہی حال باقی چیزوں کا ہے۔ اسکولوں میں بھی دیکھ لو اُستاد ٹرینڈ ہوتے ہیں۔ اب استادوں کو ٹرینڈ کرنے کی ضرورت اِس لیے پیش آتی ہے کہ یہ محسوس کیا گیا ہے کہ خالی تعلیم کافی نہیں تعلیم دینے کا ملکہ ہونا بھی ضروری ہے۔ اسکولوں کو فوج سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن چونکہ یہ کام اہم تھا اور اِس کا تعلق تمام ممالک سے تھا اِس لیے استادوں کی ٹریننگ کی ضرورت تسلیم کی گئی ہے۔ اِسی طرح باقی کاموں میں بھی آہستہ آہستہ تربیت کا طریق جاری کیا جارہا ہے۔ مثلاً ڈاکٹروں کے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ وہ امتحان پاس کرنے کے بعد تین سال تک گورنمنٹ سروس کریں۔ اِس سے جہاں یہ فائدہ ہے کہ سرکاری ہسپتالوں میں قابل ڈاکٹر مہیا ہوسکیں گے وہاں یہ فائدہ بھی ہے کہ وہ کامیاب اور تجربہ کار ڈاکٹروں کے ماتحت کام کر کے ٹریننگ حاصل کرلیں گے اور پھر کامیابی سے پرائیویٹ پریکٹس کرسکیں گے۔

ہمارے کارکنوں کو بھی چاہیے کہ وہ جلسہ سے قبل تمام کام کی مکمل ریہرسل کرائیں اور کام کرنے والوں کو پوری طرح مشّاق بنا دیں۔ اور پھر چونکہ ہمارا کام اخلاقی ہے۔ اس لیے کارکنوں کو اخلاقی تربیت دینا بھی ضروری ہے۔ مثلاً کارکنوں کو یہ سبق سکھانا چاہیے کہ اگر کوئی مہمان جوشیلا ہو اور وہ سخت کلامی کرے تو اُن کا کیا رویہ ہونا چاہیے۔ یا بعض دفعہ کوئی شخص غیر معقول ہوتا ہے وہ عقل کی بات نہیں کرتا، محض ضد کرتا ہے۔ ایسے موقع پر کارکنوں کو کیا طریق اختیار کرنا چاہیے۔ کھانا پکانے اور برتانے کے متعلق بھی ہر سال بعض قواعد وضوابط بنائے جاتے ہیں۔ اُن کی بھی مشق کروانی چاہیے۔

پچھلے سال میں نے کہا تھا کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر بہت سا کھانا ضائع ہوتا ہے اس لیے یہ احتیاط کی جائے کہ کھانا ضائع نہ ہو۔ میری اِس ہدایت پر ایک حد تک عمل بھی کیا گیا۔ لیکن میں ہمیشہ دیکھتا ہوں کہ کچھ دن تو ہدایت کے مطابق عمل کیا جاتا ہے لیکن آخری دو تین دنوں میں زیادہ احتیاط نہیں کی جاتی۔ جس کی وجہ سے خرچ بڑھ جاتا ہے۔ پچھلے سال بھی یہی ہوا۔ پہلے دنوں میں کافی احتیاط کی گئی لیکن آخری دنوں میں اِس طرف توجہ نہیں کی گئی جس کی وجہ سے خرچ بڑھ گیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ گزشتہ سال ایک حد تک اخراجات میں کفایت ہوئی۔ لیکن اگر کوشش کی جاتی تو اس سے بھی زیادہ کفایت کی جاسکتی تھی۔ آخری دو دنوں میں بھی قواعد وضوابط کی پابندی کی جاتی تو اتنا خرچ نہ ہوتا۔ کھانا اِس رنگ میں ضائع ہوتا ہے کہ بعض مہمان گھروں میں ٹھہر جاتے ہیں۔ اور وہاں کمزور لوگ غلطیاں کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات شرارتیں بھی کر جاتے ہیں۔ پھر بعض اوقات سُستی اور غفلت سے بھی کھانا ضائع ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک کارکن کو دو گھروں پر مقرر کیا جاتا ہے۔ اِن دنوں میں مہمانوں کا اِس قدر رَز ور ہوتا ہے کہ آج صبح آٹھ مہمان ہیں تو شام کو سولہ ہیں۔ دوسری صبح بتیس ہیں تو شام کو چونسٹھ ہیں۔ اور جو شخص سُست ہوتا ہے وہ آپ ہی آپ حساب لگا لیتا ہے کہ آج صبح چار مہمان ہیں تو شام کو آٹھ ہوں گے۔ حالانکہ یہ بھی ممکن ہے کہ شام کو آٹھ مہمان آئیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ شام کو چار ہی مہمان رہیں۔ یا کسی مہمان کو کام پڑ جائے تو وہ ایک ہی دن جلسہ سن کر واپس چلا جائے اور مہمان پہلے سے کم ہو جائیں۔ لیکن وہ بغیر تحقیقات کے آپ ہی حساب لگا لیتے ہیں اور کہتے ہیں اِتنے مہمان ہیں اُن کے لیے کھانا دیں۔ اور جب اتنے مہمانوں کی روٹی جاتی ہے تو

وہ لازماً ضائع ہو جاتی ہے اور گھروں والے بچے ہوئے ٹکڑے کام کرنے والے لوگوں کو دے دیتے ہیں۔ پھر کارکن بھی شرماتا ہے کہ اگر ٹکڑے واپس لے گیا تو افسروں کو میری سُستی اور غفلت کا پتا لگ جائے گا۔ پس جلسہ سے قبل کارکنوں کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرادی جائے کہ جلسہ کے موقع پر ان کا خدمت کرنا ان کے لیے ثواب کا موجب ہے۔ اگر وہ اس قسم کی غلطیاں کریں گے تو یہ ثواب ان کے لیے عذاب بن جائے گا۔ اور انہیں خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل نہیں ہوگی بلکہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی ملے گی۔

آجکل جماعت سخت مالی مشکلات میں سے گزر رہی ہے۔ اس کے ذمہ ساری دنیا کی تبلیغ ہے۔ ابھی تک یورپ، امریکہ، ایشیاء کے مشرقی جنوبی علاقوں اور افریقہ کے بعض حصوں میں اسلام کا نام نہیں گیا۔ اور اگر گیا ہے تو ایسی بُری صورت میں کہ لوگوں کو اس سے نفرت ہے۔ ان سب ممالک میں ہم نے اسلام کی تبلیغ کو وسیع کرنا ہے۔ اور یہ معمولی بات نہیں بلکہ ہماری چھوٹی سی جماعت کے لیے تو یہ کام قریباً ناممکن ہے۔ اگر سارے مسلمان بھی اس کام میں ہمارے ساتھ مل جائیں تب بھی یہ کام بہت زیادہ ہے۔ لیکن باقی مسلمانوں کا لاکھواں حصہ بھی تو ہمارے ساتھ متفق نہیں۔ ایسی صورت میں جبکہ خدا تعالیٰ نے یہ کام ہمارے ذمہ لگایا ہے اور ہم نے یہ بوجھ اٹھانا ہے۔ جب تک ہم ایک ایک پیسے، ایک ایک دھیلے اور ایک ایک پائی کا حساب نہ رکھیں اور اپنے اموال کو بچا کر اپنے اس کام کے لیے خرچ نہ کریں جو خدا تعالیٰ نے ہمارے ذمہ لگایا ہے۔ اُس وقت ہم اپنے فرض کو ادا نہیں کر سکتے۔

پس ہر طالب علم کے ذہن میں یہ بات داخل کی جائے کہ تم جو پیسے بچاؤ گے خدا تعالیٰ کے دفتر میں وہ تمہاری طرف سے چندہ شمار ہوگا۔ کیونکہ جو شخص محنت اور قربانی کر کے سلسلہ کا مال بچاتا ہے وہ گویا سلسلہ کے لیے چندہ دیتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی طالب علم اچھی طرح کام کرتا ہے اور جو مہمان اس کے ذمہ لگائے گئے تھے اُن کی خدمت کرتا ہے اور اپنی احتیاط کی وجہ سے وہ دس روپے بچا لیتا ہے تو خدا تعالیٰ کے دفتر میں یہ لکھا جائے گا کہ اس نے دس روپے چندہ دیا۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے اُس کو بھی ثواب ملتا ہے اور جس کے ہاتھ سے خدا تعالیٰ کی راہ میں کچھ دیا جاتا ہے۔ اس کو بھی ثواب ملتا ہے [1]۔ خالی اس کو ثواب نہیں ملتا جو خرچ

کرتا ہے بلکہ اُسے بھی ثواب ملتا ہے جو دیانتداری سے تقسیم کرتا ہے۔ اگر یہ بات طلباء کے ذہن نشین کرادی جائے کہ تمہارے لیے کس قدر ثواب کے مواقع موجود ہیں تو وہ کفایت اور احتیاط کو ملحوظ رکھ کر سلسلہ کے اخراجات میں بہت کچھ کمی کا موجب بن سکتے ہیں۔

پچھلی دفعہ باوجود بار بار ہدایات دینے کے سیالکوٹ کے مہمانوں کی طرف سے یہ شکایت آئی کہ جہاں پر کھانا تقسیم کیا جارہا تھا وہاں ہائی اسکول کے ایک ماسٹر اور کچھ طالب علم دیگ سے اپنے ہاتھ سے بوٹیاں نکال نکال کر کھا رہے تھے۔ یہ بات جہاں غلیظ ہے اور دیکھنے والوں کو نفرت آتی ہے وہاں دیکھنے والوں پر اس کا بُرا اثر پڑتا ہے کہ جو لوگ ہمیں کھانا کھلانے پر مقرر ہیں وہ پہلے اپنا پیٹ بھر رہے ہیں۔ اگر ہر دفعہ طلباء کو اِس قسم کی نصائح کی جائیں تو یہ چھوٹی چھوٹی شکایتیں رفع ہوجائیں۔ اور پھر ہر محکمہ خود بھی تربیت کرے۔ مثلاً ایک تربیت تو وہ ہے جو افسرانِ جلسہ کرتے ہیں۔ لیکن اگر اسکول والے اپنے اساتذہ اور طلباء کو جمع کر کے یہ کہیں کہ اگر تم اِس قسم کی غلطی کرو گے تو اسکول کی ناک کاٹو گے۔ تم میں سے ایک شخص کی غلطی کی وجہ سے سارے اسکول کا نام بدنام ہوگا۔ تم خدا تعالیٰ سے کسی قسم کا ثواب حاصل نہیں کرسکو گے۔ تم محض خدمت کرنے نہیں جاتے بلکہ اسکول کی عزت قائم کرنے بھی جاتے ہو۔ اگر تم اِس قسم کی غلطیاں کرو گے تو اسکول بدنام ہوگا۔ اِسی طرح جامعہ والے اپنے طلباء کو لیکچر دیں اور انہیں نصیحت کریں کہ وہ محض خدمت نہیں کرنے جاتے بلکہ وہ خدمت کا اعلیٰ معیار قائم کر کے کالج کے لیے عزت کا باعث ہوتے ہیں۔ اگر انہوں نے کوئی غلطی کی تو ادارہ کی عزت برباد ہوگی۔ اگر سارے ادارے ایسا کریں تو منتظمین کا کام آسان ہوجائے گا اور کارکنوں میں کام کا احساس زیادہ ہوگا اور غلطی کم ہوگی۔ جلسہ کے کارکن عموماً انہیں اداروں کے اساتذہ اور کارکن ہوتے ہیں اور ان دنوں میں جن افسروں سے اُن کا تعلق ہوتا ہے وہ چند دن کے لیے مقرر ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کو ان افسروں کی عزت کا اتنا پاس نہیں ہوتا جتنا اُن لوگوں کا جو اِن کا مستقل حصہ ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک طالب علم کو افسر جلسہ کا اتنا پاس نہیں ہوتا جتنا اسے ہیڈ ماسٹر کی عزت کا پاس ہوتا ہے۔ کیونکہ افسر جلسہ سے اُس کا چند دن کا تعلق ہوتا ہے اور ہیڈ ماسٹر سے اُس کا لمبا تعلق ہوتا ہے۔ اگر ہیڈ ماسٹر اُن کو بلا کر اِس قسم کی نصائح کریں کہ اس وقت اسکول کی عزت کا سوال ہے تم میں سے اگر کوئی طالب علم غلطی کرے گا تو اس ایک طالب علم کی

غلطی سے سارا اسکول بدنام ہوگا۔ تم کو آج بالکل عُریاں کر کے جماعت کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تا وہ تمہارا امتحان لے۔ اگر تم اس امتحان میں فیل ہوگئے تو ہمارا ادارہ ذلیل ہوگا۔ تم اپنے ادارہ کو بدنام نہ کرو بلکہ اس کی عزت کو قائم کرو تو طلباء پر اس کا گہرا اثر ہوگا اور وہ غلطیوں سے بچنے کی کوشش کریں گے۔ پس خالی افسرانِ جلسہ کا ہی یہ کام نہیں کہ وہ اپنے کام کی مشق کرائیں۔ بلکہ ہر ادارہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے اساتذہ اور طلباء کو کام پر بھیجنے سے پہلے ایک پرائیویٹ میٹنگ کرے اور انہیں نصیحت کرے اور سمجھائے کہ وہ ادارہ کی عزت قائم کرنے جا رہے ہیں۔ اُن کی غلطیاں ادارے کی طرف منسوب ہوں گی۔

پھر میں باہر کی جماعتوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ کثرت سے جلسہ پر آئیں۔ جب سے ربوہ قائم ہوا ہے باوجودیکہ یہ ایک کھلی سڑک پر واقع ہے جماعت کے اندر یہ احساس پیدا نہیں ہوا کہ وہ کثرت سے اور بار بار یہاں آئے۔ جن لوگوں کی یہاں رشتہ داریاں ہیں یا انہوں نے یہاں مکان بنائے ہیں وہ تو یہاں آجاتے ہیں۔ لیکن دوسرے لوگوں میں یہاں آنے کا اُس طرح احساس پیدا نہیں ہوا جس طرح قادیان آنے کا انہیں احساس تھا۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ قادیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مَولَد و مَدفن تھا۔ لیکن درحقیقت اس کی اصل فضیلت یہی تھی کہ وہاں دین کا کام کیا جاتا تھا۔ اور یہی چیز ربوہ کو بھی حاصل ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو محض کسی مقام سے وابستہ کر لیتا ہے اُسے خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ جو کام کرتا ہے اپنی دلچسپی کی وجہ سے کرتا ہے۔ حالانکہ جس کا خدا تعالیٰ سے اصل تعلق ہوتا ہے وہ اُس چیز سے تعلق رکھتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ مقصد اور اُس کے ارادہ کے مطابق ہوتی ہے۔ کسی کا قول مشہور ہے کہ وہ راجہ کا نوکر ہے بینگن کا نوکر نہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ مومن اپنے ظاہری لگاؤ اور دلچسپیوں کو حقیقی چیز پر قربان کر دیتا ہے۔ اگر کہیں دونوں چیزیں مل جائیں تو فَبِھَا لیکن جب مالک اور آقا کا یہ منشاء ہو کہ وہ ظاہر اور باطن کو الگ الگ کر دے تو اُس کا فرض ہے کہ وہ ظاہر پر وقت ضائع کرنے سے گریز کرے اور باطن کی طرف جائے۔

اس وقت تک یہی ہوتا ہے کہ لوگ جلسہ پر ربوہ آجاتے ہیں۔ پس دوست اِس موقع پر ضرور آئیں۔ کیونکہ دوسرے دنوں میں انہیں یہاں آنے کا موقع کم ملتا ہے۔ اور یہ ارادہ کر کے

آئیں کہ وہ یہ دن ضائع نہیں کریں گے۔ میں پچھلے کئی سالوں سے جماعت کو اس طرف توجہ دلا رہا ہوں۔ لیکن میری اس نصیحت پر صحیح طور پر عمل نہیں ہوا۔ لوگ تقاریر کے دوران میں اِدھر اُدھر پھر کر اپنا وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ پس یہ وقت دینی کاموں میں لگائیں۔ تین دن تو انسان پھانسی کے ستون پر بھی گزار سکتا ہے۔ اور یہ رہائش اُس سے تو بہرحال آسان ہے۔ اِن تین دنوں میں یہی فرق ہوتا ہے کہ کچھ رہائش میں کمی آجاتی ہے اور کچھ کھانے میں کمی آجاتی ہے اور کیا ہوتا ہے۔ پھر کیوں وہ یہ تین دن دینی کاموں میں خرچ نہیں کر سکتے۔

پس جب تم سالانہ جلسہ پر آؤ تو اپنا سارا وقت دین کے لیے خرچ کرو۔ اور جو دوست تمہارے ساتھ جلسہ پر آئیں اُن کی بھی نگرانی کرو کہ وہ اپنا وقت دینی کاموں میں لگائیں تا تم خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر سکو۔ شریعت میں اعتکاف کی عبادت بھی رکھی ہے۔ یہ اعتکاف کیوں رکھا ہے؟ اِس کی حکمت بھی یہی ہے کہ جب انسان اپنے ارادہ کو کُلّی طور پر خدا تعالیٰ کی طرف منتقل کر دیتا ہے تو خدا تعالیٰ کے فضل اُس پر نازل ہونے لگ جاتے ہیں۔ اِسی طرح جب کوئی شخص اپنے دنیوی کاموں سے منہ موڑ کر خدا تعالیٰ کے لیے مسجد میں بیٹھ جاتا ہے اور دن رات وہیں رہتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کر لیتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اعتکاف بیٹھے اور سارا دن باہر پھرتا رہے تو تم جانتے ہو کہ اس کا اعتکاف اعتکاف نہیں ہوتا۔ اِسی طرح ایک لڑکا اگر اسکول جاتا ہے لیکن وہ اکثر وقت باہر پھرتا رہتا ہے، کلاس میں نہیں جاتا تو تم جانتے ہو کہ اُسے اسکول کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ یہی حال جلسہ سالانہ کا ہے۔ جو شخص جلسہ کے لیے ربوہ آتا ہے اور پھر اپنے سارے وقت کو دینی کاموں میں نہیں لگاتا اسے جلسہ کا فائدہ کم ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل بھی اُسی نسبت سے اُسے کم ملتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنا وقت خدا تعالیٰ کی راہ میں لگائے تو چاہے اُسے کوئی بات سمجھ آئے یا نہ آئے خدا تعالیٰ کے فرشتے تو جانتے ہیں کہ وہ سارا وقت خدا تعالیٰ کی راہ میں بیٹھا رہا اور یہ بھی ثواب کا موجب ہوتا ہے اِس سے کسی شخص کا خانہ خالی نہیں رہ سکتا چاہے وہ ایک لفظ بھی نہ سمجھ سکے۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں لکھا جائے گا کہ وہ ہماری خاطر بیٹھا رہا۔ جب انسان ارادہ کر کے بیٹھ جاتا ہے۔ تو چاہے وہ کوئی زبان بولتا ہو اور کسی ملک میں رہتا ہو اُس کے نام پر یہ لکھا جاتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی خاطر بیٹھا رہا اور اس نے اتنا وقت خدا تعالیٰ کی خدمت میں گزارا۔

میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم میں رسول کریم ﷺ کو جو عَبۡدُاللّٰہ کہا گیا ہے 2۔ اِس میں یہی حکمت ہے کہ آپ نے اپنی ساری زندگی خدا تعالیٰ کی راہ میں لگا دی تھی۔ باقی لوگ تھوڑی تھوڑی مدت کے لیے عباد اللہ بنتے ہیں۔ کچھ بلوغت سے وفات تک کے عرصہ کے لیے عَبۡدُاللّٰہ ہوتے ہیں کچھ ایسے ہوتے ہیں جو دن کے کچھ حصوں میں عبداللہ ہوتے ہیں اور باقی حصوں میں عَبۡدُالدُّنۡیَا یاعَبۡدُالدِّیۡنَار ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں جو عَبۡدُاللّٰہ کم ہوتے ہیں اور عَبۡدُالدُّنیا اور عَبۡدُالدِّیۡنَار زیادہ ہوتے ہیں۔ لیکن رسول کریم ﷺ کامل ترین عبداللہ تھے۔ جن کی زندگی کی ایک ایک ساعت خدا تعالیٰ کی رضامندی میں گزری۔ اور یہ وہ مقام ہے جس میں نہ کوئی پہلے آپ کا شریک ہوا اور نہ آئندہ شریک ہوسکتا ہے۔

بہرحال اِس پیچیدہ زندگی میں تین دن عبداللہ بننے کی کوشش کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔ دوسرے دنوں میں رات دن دوسری طرف کھینچنے والی چیزیں موجود ہوتی ہیں لیکن جلسہ کے دنوں میں صرف دین کی طرف کھینچنے والی چیزیں باقی رہ جاتی ہیں۔ لاہور اور کراچی میں تو یہ حال ہے کہ انسان دین کی طرف کوشش کر کے جاتا ہے۔ دنیا کی طرف کھینچنے والے موجبات زیادہ ہوتے ہیں۔ لیکن جلسہ کے دنوں میں دنیا کی طرف کھینچنے والی چیزیں نہیں ہوتیں۔ ساری کشش دین کی طرف ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص ان دنوں میں بھی دنیا کی طرف جاتا ہے تو وہ رستہ کاٹ کر جاتا ہے۔ اور یہ کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ کسی کو تین دن عبداللہ بننے کے لیے ملیں اور ان کو بھی وہ ضائع کر دے۔

میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ملاقاتوں کے متعلق پروگرام گو بنا دیا گیا ہے لیکن جیسا کہ جماعت کو معلوم ہے میری بیماری بڑھتی جا رہی ہے۔ خطبہ کے بعد بھی میرا کئی دن تک گلا بیٹھا رہتا ہے۔ اس لیے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جلسہ کے موقع پر میں کس حد تک بول سکوں گا۔ انتڑیوں کے تشنّج کے علاج کے طور پر میں جو دوائی استعمال کرتا ہوں وہ نہ صرف ضعف پیدا کرتی ہے بلکہ نیند بھی لاتی ہے۔ بسا اوقات کام کرتے کرتے اونگھ آ جاتی ہے۔ میں نے ایک دو دن کے لیے دوائی کا استعمال چھوڑ دیا تھا۔ لیکن تکلیف دوبارہ شروع ہوگئی اس لیے دوائی کا استعمال دوبارہ شروع کر دیا گیا ہے۔ پس ملاقاتوں کے لیے وقت تو رکھ دیا گیا ہے اور میں کوشش کروں گا کہ ہر جماعت کو ملاقات کا موقع دیا جاسکے۔ لیکن ہر شخص کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ معذوری اور بیماری انسان کے اختیار میں نہیں

ہوتی۔ ہوسکتا ہے کہ ملاقاتوں کو بیماری کی وجہ سے درمیان میں بند کردینا پڑے۔طبیعت کی کمزوری یا دوائی کے اثر کا کوئی انسان مقابلہ نہیں کرسکتا۔آج کل رات کو میں کام نہیں کرسکتا۔ کیونکہ رات دن دوائی کا نشہ سا رہتا ہے۔ ڈاکٹروں نے اِس دوائی کا استعمال ضروری سمجھا ہے اور اِن کی ہدایت یہی ہے کہ اسے جاری رکھا جائے۔انتڑیوں کے درد کے احساس کوکم کرنے کے لیےاس کا استعمال ضروری ہے۔ ایسی حالت میں دوستوں کو اس امر کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ بعض نازک مزاج ایسے ہوتے ہیں جو چِڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم سال میں ایک دفعہ آئے تھے مگر پھر بھی ملاقات کا موقع نہیں ملا۔ہم کوشش کریں گے کہ سب کو ملاقات کا موقع مل جائے لیکن انہیں بھی ہم سے تعاون کرنا چاہیے تاکہ سارے دوست مصافحہ کرسکیں۔ گفتگو کو اتنا لمبا نہ کیا جائے کہ دوسرے دوست مصافحہ سے ہی رہ جائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ باوجود اِس کے کہ اوقات ٹھیک مقرر کر دیئے گئے ہیں انہیں کم کر دیا جائے۔'' (المصلح 16؍دسمبر 1953ء)

1: صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب اجر الخادم اذا تصدق بأَمْرِ صَاحِبِہٖ غَیْرَ مُفْسِدٍ

2: الجن: 20